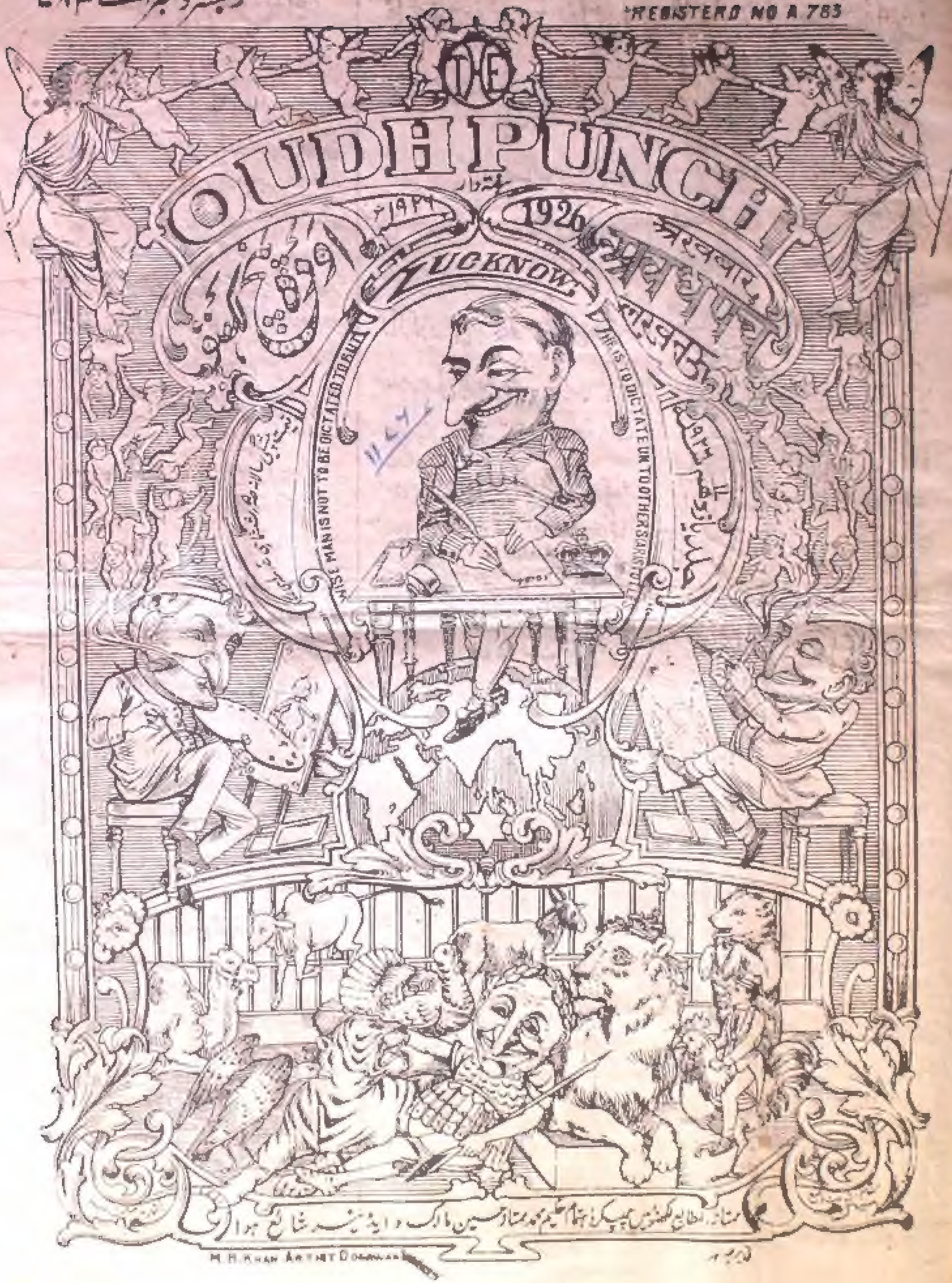
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO A 783



جلد ۱۱ نمبر ۳

مضامین غیر

پنجشنبہ - ۱۹ - اگست سنہ ۱۹۲۶ء

دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ
اے ہیچ زبہر ہیچ در ہیچ مپیچ

دنیا! خاصان خدا کی طلاق دی ہوئی دنیا!! عجب مکارہ ہے۔ خدا بخشے بی نصیبن انجھائی کو۔ فرماتی ہین ؎

دنیا دو رنگی مکارہ سرائے
کہین خوب خوبان کہین ہائے ہائے

خصوصا طبقہ شعرا کے ساتھ اس نے کبھی وفا کی (?) سوچی (?) مین شاید دو چار شاعر ایسے نکلین جن پر اس نے مصائب کا جال نہ پھینکا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شاعر کا مجموعہ کلام اسکی مذمت سے خالی نہین۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ شاعر کا دل حقیقت کا گنجینہ ہے اور دنیا ہے ایک مجاز۔ مجاز اور حقیقت مین پرانی لاگ ڈانٹ ہے۔ لہذا شاعرون پر اسکی معاندانہ توجہ از راہ انتقام ہے۔

آسمان شاعری پر ایک سے زیادہ آفتاب ایک سے زیادہ مہتاب اور بہت سے روشن ستارے ہین کسی کا قول ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

لہذا دنیا کو اس جل ککڑی دنیا کو یہ تاب کہان (?) کہ نظام شاعری پھوٹی آنکھون نہین بھاتا۔ دنیا خدا اسے قیامت سے پہلے غارت کرے آپ ہی آپ جلی جاتی ہے۔ زنانی مثل ہے "بلی روتی اپنے تیسے (?) مین آپ ہی کھولتی" یہ ہر وقت غریب شاعرون کو اپنے تیر ظلم کا نشانہ بنانے پر آمادہ ہے اور اپنے پنجۂ حسد کے ذریعے سے ہمیشہ ان روشن اجرام شاعری مین گہن لگانا چاہتی ہے لیکن نتیجہ معلوم۔ سورج اور چاند۔ گہن کے پراسرار ظلم کو توڑ کر پہلی سی آب و تاب کے ساتھ پھر بساط فلک پر جلوہ افروز نظر آتے ہین۔ گہن سے انہین کوئی ضرر نہین پہونچتا۔

ہم آج آپکو دنیا کے مظالم کے افسانہائے ماضی و حال سناتے ہین انہین پڑھکر معلوم ہو جائیگا کہ اس نے علی الخصوص طبقہ شعرا پر کیا کیا ظلم ڈہائے ہین اور ان مظلومون نے اسکی کیسی مذمت کی ہے۔

عہد ماضی

میر تقی میر۔ سب کے پہلے ہم آپ کے سامنے آفتاب کمال شاعری و خدائے سخن کی داستان غم مگر اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہین۔

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

سنہ ۱۱۹۰ء مین اپنی پریشان حالی کی وجہ سے دلی چھوڑنی پڑی۔ ٹھوکرین کھاتے لکھنؤ پہونچے ۸۹ برس کی عمر پائی تھی مختصر یہ کہ آخر مین فاقون کی نوبت بھی آ گئی۔ کیا یہ ذات عالی اسی قابل تھی کہ دنیا کی تختۂ مشق بنتی ؎

ایک محروم چلے میر ہمین دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ — میر

دیگر

دنیا کی نہ کر تو خواستگاری
اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا
آخانہ خرابی اپنی مت کر
قحبہ ہے یہ اسکا گھر نہ ہوگا

سودا۔ بڑے جید شاعر گزرے ہین۔ جن کی شان مین یہ کہنا بھی روا ہے کہ شاعر گر تھے۔ نواب شجاع الدولہ نے میرزا صاحب (?) کو خط مین لکھکر خطاب کیا تھا۔ اور بکمال محبت لکھنؤ بلا بھیجا۔ سودا نے یہ جواب دیا ؎

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نہ کہ دنیا ہووے
بالفرض ہوا یون بھی تو پھر تو کب تک

پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ فرخ آباد ہوتے ہوئے خود لکھنؤ گئے اور نواب موصوف کی ملازمت حاصل کی دنیا بقول میر مرحوم کے قحبہ دنیا واقعی تو بڑی شوخ انقلاب ہے۔ تو نے نواب موصوف کی زبان سے آخر یہ طعنہ سنوا ہی دیا! کہ مرزا رباعی تمھاری اب تک دل پر نقش ہے۔

سوز۔ انہین بھی دہلی کی تباہی کے بعد سنہ ۱۱۹۱ء مین لباس فقیری اختیار کرنا پڑا۔ لکھنؤ آئے اور ناکامیون پر ناکامیان اوٹھانے کے بعد مرشد آباد گئے مگر پھر لکھنؤ واپس آنا پڑا۔ ہم تو یہی کہین گے کہ اے گرۂ (?) مسکین دنیا تو ہی نے انکے پاؤن مین چلتے پاؤن کی تپی باندھ دی تھی ؎

عدم سے زندگی لائی تھی بہلا
کہ دنیا جانے ہے اچھی فضا کی
جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل
کہ ہے نظام دغا کی ہے دغا کی — سوز

انشا۔ زبردست شاعر تھے مرشد آباد سے دلی آئے۔ شاہ عالم بادشاہ کا قرب حاصل کیا پھر دلی سے لکھنؤ کی راہ لی مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار کی نواب سعادت علی خان کی ناک کا بال ہو گئے۔ افسوس یہ ناکارہ دنیا کسی کے ترقی کے مدارج کب دیکھ سکتی ہے۔ انگارون پر لوٹ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ پاگل ہو گئے۔ اور خاک پھانکتے پھانکتے خود ہی خاک مین مل گئے۔

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے
وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے — انشا

آتش۔ ایسے استاد تھے کہ انکی آتش بیانی نے مصحفی کا نام روشن کیا زبان اردو پر انکا احسان حشر تک رہیگا جس کا شکریہ اہل زبان ادا کر سکتے ہین۔ مگر آتش حسد مین جلتی ہوئی دنیا کے تن بدن مین آگ لگی انہین بھی ٹھنڈے کلیجے نہ بیٹھنے دیا۔ کاربردازان قضا و قدر تو مرت زندون پر ہاتھ صاف کرتے ہین مگر دہ خوار (?) کفن کھسوٹ دنیا کے ہاتھون نہ زندہ کو آرام ہے نہ مردے کو چین۔ وہی آتش مرحوم پر اعتراض ہے کہ ناسخ برابر ہو داغ لگتے ہین ؎

دنیا مین کوئی آتش بی نصیب نہ ہو [illegible] تو کبھی [illegible]

ذوق فرماتے ہیں ؎

دُنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اسکے
آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا

اکبر کا قول ہے ؎

پھنسا یا مجھی کو اس نے مجھے دنیا نے غفلت میں
سلا یا مجھکو اس مکار نے افسانہ خوان ہو کر

امیر مینائی رقمطراز ہیں ؎

واقعی تھی یہ معشوقہ دنیا بے شرم
رُخ پہ سے اسکے نہ برقع نہ ردا ہے سر پر

حضرت امیر مینائی پرانے زمانوں کے آدمی تھے وہ نال دنیا کے جلد کے دن سے ابھی اچھی طرح واقف نہ تھے ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اُنھوں نے برقع و چادر شو... اعتراض جو دنیا وہ بیچاری سے کیا ہے جبکہ بعد کو وہ کبھی اوڑھنی اوڑھتی برقع پہنتی ہے اور کبھی ترکی ٹوپی سر پر رکھے جھوٹ موٹ کی داڑھی مونچھیں دکھاتی خود اپنی جنس کی بدولت جوان بنتی اور غیر جنس کے استعمال سے ناشناس کو چولا ونامی اور مردوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ لہذا اسے برقع و چادر کی ضرورت ہی کیا ہے۔

الغرض جب ایسے باکمال اشخاص اس کے بے لگام وہن اور بے باک دست ستم سے محفوظ نہ رہے اور نہیں تیرے میرے آگے شکایت کرنی پڑی تو اس زمانے کے شعرا کو بھی بجز صبر کے چارہ نہیں۔

البتہ ایک مختصر سی فہرست ستم کشوں کی پیش کرنا ہے ... دُنیا عموماً شعرائے لکھنؤ پر یہ حملہ کرتی ہے۔

... لکھنؤ کے بعض شعرا تو ایسے ہیں جنہیں سر زمین لکھنؤ کو ... کرنے کا حق حاصل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ بعض حضرات کو اون کی ... ہی خصوصیات نے مشہور کر دیا جن پر عوام کو اونکی خوش فکری کا دھوکا ہو گیا۔

بھلا پوچھئے تو مسلک ہے اور ایسے افراد کسی گروہ میں نہیں ہوتے یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ لکھنؤ شاہ ... لکھنؤ کے شعرا میں وہ لوگ بھی اپنا اسم مبارک شامل کرتے ہیں جو اصل نسل سے دہقانی ہیں مادر جن کی زبان کی موج

ابتک کسی کنگر کی مزوری تردوئی اور شکست مال سے دفع نہیں ہوئی۔ دنیا خود ہی دھوکا دھڑی کا دوسرا نام ہے۔ اس اعتراض نے اون لوگون کے واسطے چھپنے کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ جو اہل لکھنؤ کی صحبت میں رہ کے اہل زبان بنتے ہیں مگر جب اپنے گھر میں قدم رکھتے ہیں تو ستے ہیں۔

دو دو آنہ پر گانا پر سہ۔ تنیا کا رے۔ بچھرا (بُرا) کے نگے لگے آدمہ رنیا کا لوٹے ہو۔ تمہری داڑھی مان



ہیشئے کا دروازہ اور قانون شکنی کی لگد
ہم جا ہیں تو دو تو ڑکے دراز چلے ہیں   دریں سے میجا رہے کا اُٹھانے

شرم سے نام وہ نہیں لیتی
اب ہمارا خطاب ہے "کوئی"

ناشدنی دنیا آرزو پر یون پانی پھیرتی ہے کہ بعض رسائل کی بنا پر آپ کی اوستادی کے دعوے کو عوام کی نظر میں تقویت ہو چکی ہے۔ یعنی آرزو صاحب جھوٹ موٹ کے اوستاد ہیں جو عوام انکو اوستاد اسوجہ سے کہتے ہیں کہ چند رسائل کے مصنف ہیں۔ حالانکہ ان کے کی ہی کمبخت دنیا لیاقت نہیں رکھتی ہی اس بے دلیل دعوے کا جواب یہی کیا ہے بجز اس کے کہ دنیا جھک مارتی ہے بکنے دو۔

آفتاب پر دُنیا اس طرح دھبے کی ناک بھوں کتی ہے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ رنگ اب متروک ہے۔ یہ سچ ہے دنیا واقعی گرگٹ بے رنگ بدلتی۔ ایک کو پکڑتی دوسرے کو چھوڑتی ہے۔ اوسے تو ہر گے ایک نیا چاہئے۔ مگر وضع کے پابند دُنیا کی پیروی نہیں کرتے اثر ہر دوانی دُنیا معترض ہے کہ جیسی کلام کی اکثر کوششیں آپ کی مضمون آفرینی اور فلسفیانہ خیالوں کے نظم کی دقت میں صرف ہو جاتی ہیں۔ یعنی یہ بھی ایک گناہ ہے۔

اشعر کے بارے میں دنیا جز و سرا ہے کہ انکا کلام لکھنؤ کے قدیم رنگ سے کسی قدر ہٹا ہوا اثر اور دلکشی کم ہے۔ حضرات! دُنیا کی رنگ شناسی قابل داد ہے گمان ہوتا ہے کہ شعر نے اپنے دادا کی پیروی میں دُنیا کو منہ نہیں لگایا اور کہہ یا مجری خبری یا دُنیا۔ پھر دلکشی کی کمی کیونکر محسوس ہوتی

ہیساب کردن "

دنیا کی یہ ادا بھی نرالی ہے کہ اعتراض کا رُخ تو ہے لکھنوی حضرات کی طرف مگر دم میں اُبھر دالے بھی بندھے ہوئے ہیں۔ عنوان میں کچھ ہے۔ غزل میں کچھ متن کچھ شرح کچھ۔ اگر دعوی مقصود کا مستحکم تھا تو دو نام کیوں نہ گنا دیئے جو اسی تانیث میں قدرقلیل ہی سہی تذکیر کی جھلک پیدا ہو جاتی اور لوگون کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہتی سے

الخلیل کا دور جدید

اخبار الخلیل بجنور ... کی ادارت ابتک ... تھا بحمد اللہ اب مستقل انتظام ... کے ساتھ جاری ہو گیا ہے اور باوجود ضخامت ... و عمدہ مضامین کے قیمت سالانہ صرف پانچ روپیہ ... سال کیلئے ہے ... ہر ہفتہ بڑی تعداد میں نکلنے والا یہ مشتہرین کیلئے نادر موقع ہے۔

اشتید پر زبان نہ جاننے کا الزام ہے۔ حالانکہ دنیا با امید قائم غلطی پیش کیجاتی تو ہم کچھ کہتے۔

احسن ۔ بہت دیکھیے کہ دُنیا نے انھین بھی نہ چھوڑا کہتی ہے کہ شعر اون کو دلکشی کم معلوم ہوتی ہے۔ کہئے احسن تو وہ ہین جنھون نے ایک دُنیا کو مسخر بنایا اور دو تو بنایا۔ کہین اونھون نے کروٹ لی تو بُری ہوگی۔

بہار پر دُنیا یون چوٹ کرتی ہے کہ اُنکی شاعری لکھنؤ مین بہتر کہی جاسکتی ہے۔ یعنی بیرونی اُنکی شاعری کے معتقد نہین ہین۔ اچھا پھر نہین ہین تو نہ سہی۔ لکھنؤ معیار ہے۔ کہئے بذلک فخرا سے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

دُنیا کے ہنگو نڈون سے بلیغ سا کہنہ مشق شاعر بھی بچا ان پر طعن ہے کہ وہ بات جو جوانی مین تھی اب کلام سے مفقود ہو گئی۔ "اے بزرگ بابا" عورتین کہتی ہین "دنیا دھین لگتی ہوتی ہے" سچ کہتی ہین بلیغ پر منحصر نہین ہر جوان کو دیکھ کے دُنیا کے منہ مین پانی بھر آتا ہے رال ٹپک پڑتی ہے۔ جب تک جوانی رہی بینڈ نہ چھوڑا اب صلواتین سننے کا وقت آگیا۔ امید ہے کہ بلیغ صاحب دُنیا کے کہنے کا بُرا نہ مانین گے۔ اگر وہ کہے کہ ستون کلام مین وہ مزے کی استواری جو پہلے تھی اب نہین رہی۔

حسرت کے سر دُنیا نے یہ عیب تھوپا ہے کہ اُنھین زبان کی حدود تک کوئی غرض نہین۔ کوئی حدین دیکھنے پر آئے تو دنیا کی بیہودگی کی حدین بھی مشکل سے معلوم ہونگی۔

ذاخر کے کلام سے دُنیا کا قلب متاثر نہین ہوتا اور اکثر ترکیبون پر با دلی نظر مین غلط ہونے کا دھوکا ہوتا ہے۔ اسے کیا کیجئے۔ جب دُنیا سازون کے دماغ مین گوبر بھرا ہوا ہے تو دھوکا ضرور ہوگا۔

سحر کو دُنیا شاید فرشتہ سمجھتی ہے جو کہتی ہے کہ بتقضائے بشریت غلطی بھی کرتے ہین یہ دُنیا کا قصور فہم ہے۔ اس مین کسی کا اجارہ نہین۔

سراج رہنے راقم الحروف پر بفضل خدا دُنیا کی عنایت ہے۔ ورنہ اس اندھیر کھاتے مین اگر آنکھین ہوتین تو صیا ہوتا

تو شکریہ ادا کرنے کا محل باقی نہ رہتا۔

شفیق بیچارے ان پر معترض ہین۔ کسی کو اپنے علم پر ناز ہے تو اونھین اپنے اُمّی ہونے پر ناز ہے۔ ان پر دُنیا یون وار کرتی ہے کہ اخلاقی داد نے ان کے خیالات کو جادہ سلامت روی سے منحرف کر دیا۔ بھلا دیکھئے تو سہی دُنیا بھر کا دماغ جب علم و فضل کے ہوتے بگڑ جاتا ہے تو کسی اَن پڑھ پر کیا الزام۔ سچ پوچھیے تو یہ بھی دُنیا کی خرابی ہے نہ اہل دنیا واہ واہ کرتے نہ سلامت روی سے انحراف ہوتا۔

دُنیا کی آنکھون کو آفتاب مین بھی دھبّا نظر آیا۔ اوسکا قول ہے کہ شمس کا کلام عیوب سے اکثر پاک رہتا ہے مگر دوسرون کو داد دینے مین بخل کرتے ہین۔ دُنیا کو اونکی خوش الحانی بھی قابل شکایت نظر آتی ہے۔ خوب! شاید "اکثر" کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ شاذ و نادر عیوب بھی ہوتے ہین لیکن شمس کے دوست کہتے ہین کہ بے عیب کلام کے نور نے دُنیا کی آنکھون مین دُھند کا مرض پیدا کر دیا۔ اب آفتاب کالا دکھائی دیتا ہے۔ رہی خوش الحانی تو وہ خدا کی دین ہے اور اونھین لوگون کو بُری معلوم ہوتی ہے جنکی آواز جھینگر، مینڈک، اونٹ، بھینس اور گدھے کی آوازون کا مجموعہ ہے۔ ہان داد نہ دینے کا اعتراض بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ جن صاحب کی زبان مین داد نہ دینے کی وجہ سے کھجلی پیدا ہوئی خود اُنکا شعر ہی قابل داد نہ ہو۔ جگنو کی دُم کی تعریف آفتاب نہین کر سکتا۔

صفی سے دُنیا کو یہ شکوہ ہے کہ صنائع و بدائع کی جانب متوجہ ہین دُنیا کی طرف نہین دیکھتے جو صنائع و بدائع لفظی و معنوی سے بالکل عریان ہوتی چلی جاتی ہے۔ شکایت مر آنکھون پر ہم صفی صاحب سے سفارش کرتے ہین کہ حضرت نکٹون کے سامنے نکو نہ بنیے سے

خواہی نہ شوی رسوا ہمرنگ جماعت شو

اس عریانی پر ترس کھائیے تاکہ "عیب بزرگ ترا" نہ ہونے پائے۔

عزیز صاحب کا گناہ یہ ہے کہ وہ غلطی کا اعتراف کر لیتے ہین یہ کھلی ہوئی دُنیا کی روش نہین ہے۔

شاید دُنیا نے اُنکی غلط کاری کا تجربہ کیا ہے۔ مزا تو جب تھا کہ جن غلطیون کا اُنھون نے اعتراف کیا تھا وہ بھی دکھا دی جاتین مگر ہر عزیز کو ذلیل کرنا دُنیا کی عادت ہے۔

حضرت ظریف بھی دُنیا کی شگوفی کے نیچے آگئے۔ حالانکہ وہ ایک مرنجان مرنج آدمی ہین آپ پر یہ الزام ہے کہ نتیجہ خیز ظرافت آپکے کلام مین نہین ہے ہم بھی ظریف کو قابل معافی نہین سمجھتے کیون نہ اُنھون نے دُنیا کو ایسی ظرافت دکھائی جس سے خون غان کرتا نتیجہ نکلتا اور آج دل لگی ول لگی مین دُنیا اونھین نکھٹو نہ کہتی۔ ہا ہا سے

پیری و صد عیب چنین گفتہ اند

المختصر یہ ہین دُنیا کے مظالم جو دور حاضر کے شعرا کے حصہ مین آئے سے

زنقارہ آواز آمد برون
کہ دون است دون است دُنیا دون

اسی سے تو اہل دین دُنیا کے نام پر تبرا بھی کرتے ہین

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دون
این خیال است و محال است و جنون

(باقی پھر کبھی)

راقم۔ سراج لکھنوی

اپنی اپنی سمجھ

لارڈ ڈلیوبری نے "ٹائمس" مین لکھا تھا کہ سرکاری افسر مسلمانون سے کچھ زیادہ مانوس ہین۔

غالباً ہندوستانی گورنمنٹ کا برتاؤ نظام دکن کے ساتھ اسی بات کا واضح ثبوت ہے!

مہاجن نے نالش کی۔ حاکم نے جب حکم سنایا تو مدعی موجود نہ تھا شام کو مہاجن وکیل سے ملا۔

مہاجن "کہئے مقدمہ مین کیا ہوا؟"

وکیل "(خوش ہوکے) انصاف کی فتح"

مہاجن "(مطلب سمجھا) تو پھر اپیل دائر کر دیجئے۔"

شاعر صاحب اڈیٹر کے پاس اپنی غزل چھپوانے گئے اور کہا "غزل حاضر ہے۔ جو کچھ غلطی ہو اوسے درست کر لیجیے اور ... اور ... اُجرت ... عنایت کیجیے"

اڈیٹر نے چیک بک سے ایک ورق نکال کے حوالے کیا۔ شاعر نے ذرا حیرت سے دیکھا تو ورق میں نہ رقم تھی نہ دستخط۔ بیچارے بھڑک اٹھے۔

شاعر "حضرت یہ کیا؟"

اڈیٹر "جو غلطی ہو درست کر لیجیے"

گھوڑدوڑی بے فکرے صاحب ہوٹل میں ٹھہرے منیجر سے دریافت فرمایا "کھانے پینے کا انتظام کیا ہے؟"

منیجر "ناشتہ سات بجے سے نو بجے تک۔

کھانا دس بجے سے ایک بجے تک۔

ٹفن دو بجے سے چار بجے تک۔

شام کا ناشتہ پانچ سے سات تک۔

رات کا کھانا آٹھ سے گیارہ تک۔"

گھوڑدوڑی "بس تو پھر گھوڑدوڑ جا چکے"

پادری صاحب بیمار ہوئے اور حالت ایسی تشویشناک ہو گئی کہ دوستوں کو حال سے اطلاع نہ ہوئی۔ ایک نے گھبرا کے تار دیا۔

"سنا ہے کہ تم مر گئے۔ سچ ہو تو جواب دو"

مگر جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ مسئلہ آج تک نہ کھلا کہ پادری صاحب زندہ ہیں یا مر گئے۔

"پچکن"

اردو کی ترقی

یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم شروع ہو گئی۔ دوسرے صوبے سے پروفیسر بلائے گئے۔ ان میں سے بعض کو یہ زعم ہے کہ وہ لفظ انگریزی کے مقابلے میں جب تک اردو لفظ تراش نہیں کر لیتے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے۔ انہیں لفظ تراشی میں خاص ملکہ ہے اور ایسا ملکہ جو کہ بیسیوں بڑے ایم اے بی اے پروفیسر اہل زبان کی سمجھ کا شوق بھی ادنیٰ مضامین سمجھنے میں سکندری کھا جائے۔ یقین ہے کہ اب اردو کی ترقی یقینی ہو گی شاگرد ان یونیورسٹی اردو پڑھ کے نکلیں گے تو بڑا نام پیدا کریں گے۔ جیسا ہیں کا اوستاد کلاس میں کھڑے ہو کے پنڈت رتن ناتھ سرشار پر یوں لکچر دے وہ لائق نہ ہو گئے تو کیا ہم اور آپ!

(۱) گورکھ کا نام سرشار تخلص تھا۔

(۲) اردو کی ماں سنسکرت باپ نظم، فارسی بھی۔ برج بھاشا بہن سنسکرت دادی، عربی نانی۔ انگریزی سوتیلی ہے۔

(۳) فصاحت کا نمونہ جو پروفیسر صاحب کی رائے آج سے قریب ۱۰۰ برس پہلے ایک دوسرے بڑے نیچر کو پڑھانے کا تھا۔ اسوا سطے یہ ایک قابل تعریف بات ہے کہ جو جہاں کے پروفیسر کہتے ہیں اس سے ۵۰ برس پہلے دوسرے لوگ نقالی کرتے ہیں۔

(۴) فلسفہ جاننے والے حضرات ایک شخص اس کلاس میں بیٹھ سکتے ہیں جو فلسفہ صرف پڑھ سکتے ہیں سرشار نے بہت سے فلسفے اپنے فسانہ آزاد میں حل کیے ہیں جو خود طلب ہیں افسوس ہے کہ خوجی وغیرہ کے وقت کی شیخ چلی کی گفتگو سے ہم واقف نہیں ورنہ ہم کو کیسے لوگ تحسین کر سکتے۔

(۵) افسوس ہے کہ ہم طلب کو بچانے کے واسطے ایک بڑی لمبی چوڑی لائبریری درکار ہے۔ یہ بہت نازک مسئلہ ہے۔

(۶) سرشار سرسید احمد خان سے اچھی اردو لکھتے ہیں لے لو کہ جب تمہیں فرصت ہو تو ثبوت ڈھونڈ لینا۔

(۷) اودھ پنچ کے اڈیٹر نے سرشار کے ساتھ ظلم کیا تھا کہ ان کے مضمون کو اڑا دیا حالانکہ سرشار اون اوستادوں میں سے تھے جنہوں نے بہت سے مضامین لکھے

(۸) انگلش میں ناول لکھنا بہت دلچسپ ہے۔ اوستادوں کی تقریر کے وقت سونا اچھا نہیں۔ حضرت سرشار نے کبھی نہیں کیا۔

(۹) میں جو کچھ کسی مصنف کے بارے میں کہتا ہوں وہ اسی کی زبان میں کہتا ہوں۔ میری نسبت یہ خیال غلط ہے کہ میں لائق ہوں۔ دیہ قرض لینا لائق میں داخل نہیں۔ حضرت سرشار نے اکثر ایسا ہی کیا۔

(۱۰) مفلسی ایک افسوسناک شے ہے۔ سرشار شراب بہت پیتے تھے مگر میں ایک ہی وقت کھانا کھاتا ہوں یہ نفس کشی بڑی بہادری ہے۔ اگر لڑکوں کے پاس کتابیں نہوں تو وہ اندھے ہیں۔ اردو بڑی گھڑی شیز ہے اور شیز سی کیسی عجب اوجھن ہے۔

(۱۱) مجھے ایک طالب علم کی کاپی سے معلوم ہوا کہ سرشار حیدرآباد گئے مگر زیادہ دن تک نہ رہ سکے۔

(۱۲) سرشار کی مدح میں میرا کلام سنو ہے

سرشار بنا کس کا مداح زمانہ ہو سکا
اوڑگیا عقل کا پتلا کہاں ایسا خوانچہ گا
اوستاد یہ لگے کہنے رو کر لڑکوں
سرشار کی کتاب تجھے پڑھ کے نہ فیل ہو جا ہر گز

الغرض اگر لڑکے اردو میں فیل ہو جائیں تو ہمارے پروفیسر صاحب پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔ یا یونیورسٹی کی شامت یا اردو کمبخت کی بدنصیبی جو ایسے شخص کے پالے پڑی۔

ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ یہ نکات آج تک کسی پروفیسر یا محقق مضمون نگار کے دماغ میں حالت خواب بھی آئے تھے۔

ہم علانیہ عرض کرتے ہیں کہ اردو کے بھلے دن آ گئے۔ کم نصیب ہیں وہ جو اس ذات سے فائدہ نہ اٹھائیں اور گو دور دراز زبان نکال کے دوڑو۔ پچھلی زبان کا ماہر معالج آ گیا۔ فقط

"پچکن"

مولانا پنچ کی نوٹ بک

درشتی و نرمی

آپ جانتے ہیں افغانی شہزادوں کو وہ بونادوں سے تعدی واسطہ ہے کوئی کہانی مشکل سے ملیگی جس میں شہزادے حسب سے اور کسی دیو زادے کشتی نہ ہوئی ہو۔ ایک کہانی میں لکھا ہے کہ ایک دیو کسی شہزادے کا تعاقب کر رہا تھا اور کہتا جاتا تھا دیکھو شہزادے مجھے دوڑاؤ نہیں ورنہ میں زمین پر منہ چپکا کے لیٹا ہوں تم سیدھے حلق کے اندر چلے آؤ گے میں تمہیں بلبلا کے نگل جاؤں ورنہ اگر میں تمہیں پکڑ لونگا تو زور زور چبا ڈالوں گا۔ یہ نرمی اور درشتی کی عجیب و غریب مثال ہے جن کا نمونہ اب بھی اکثر ملتا ہے ...



رقص نااستوار

"تم میموزم پھیلاؤ۔ میں تو بالشوازم اور اوس کی بہن کیمونزم کی فکر میں ہوں"

"بہرحال آپ اس ناچ سے خوش تو ہیں؟"

ریاست حیدرآباد سے متعلق حکومت ہند کے مطالبات زری سخت و کرخت لہجے میں تحریر کئے گئے تھے۔

اب بمبئی کرانیکل کا خاص نامہ نگار ان ہی مطالب کو نہایت میٹھے اور نرم الفاظ میں تحریر کرتا ہے۔ یعنی ایک کہتا ہے چبانے کا ارادہ ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں پبلا کے نگلنے کا۔ ایک کہتا ہے اتنی جرأت دیا گیا دوسرا کہتا ہے نہیں جبھی یہ محبت نامہ اخلاص نامہ ہے۔ اس میں سب پیاری پیاری باتیں لکھی ہیں اس میں اشتیاق وصال کی حکایت ہے اس میں صدمات ہجر و خلف وعدہ کی شکایت ہے۔ ایک کی زبان پر عتاب کی روایت ہے دوسرا بیان کرتا ہے نہیں یہ تو عین عنایت ہے۔

گھورنے میں بھی دیدے معمول سے زیادہ کھلتے ہیں اور منتہائے شوق میں بھی گھگھی بندھ جاتی ہے غصہ کی جھل میں بھی تیوریوں پر بل آجاتے ہیں گفتگوؤں میں بھی ظلس پیشانی پر آ تو ہو جاتا ہے۔ غلط فہمی کی قصوروار دیکھنے والے کی آنکھ ہے نہ گھور ہی گھور گیا اگر تیور تو چہرہ مہرہ۔ بات یہ ہے کہ دلیل جیوہ حرکت ہے وہ جسم ہی کیا جو بیٹھے نہ ڈولے ریاست کا ریزیڈنٹ مدت سے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ نہ کا مانہ کا جا منڈل باجا۔ تنخواہ حلال ہونے کے لئے تھوڑے بہت کام کی ضرورت تھی۔ وہ پیدا کر لیا گیا۔ اب وہ قاصدی کی خدمت پر مامور ہے اور ع

میان عاشق و معشوق رمزے است
کراما کاتبین را ہم خبر نیست

ایک ساس جو اپنی بہو کو مطلق نکمی اپاہج اولاد نکھٹو اور دیکھنا پسند نہیں کرتی بہو کے حوالے کھچڑی کر دیتی ہے کہ جو دال چاول الگ کر دو بیکار نہ بیٹھو دلیسرائے بھی آخر ہندوستان کے دلیسرائے ہیں یہاں کی آب و ہوا سے کہاں تک متاثر ہوتے۔ ریزیڈنٹ کو بیکار رہنا اور نہیں گوارا ہوا۔ پیام رسانی کی کھچڑی آگے رکھ دی۔

اڑتی ہوئی خبر سنی گئی ہے کہ پیام مختصر ہے عبارت طولانی یعنی گھر گھر ہندسے میں بجو مرچ بہت ہے۔ کسانوں پر ٹیکس زیادہ ہے۔ عہدہ داروں میں رشوت کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ ابھی آپ کو اپنی سلطنت میں بہت کچھ دھندے سنبھالنے ہیں ہماری ریس نہ کیجئے ہمارے لئے یہی جائز ہے ہماری طبیعت میں ایثار ہے جو سات سو ہندوستانی ریاستوں کی پو میں بنا کے اور نہیں حکومت جمہوری و وطن پروری سے لذت یاب نہیں ہونے دیتے اور دیجئے۔ قطرہ بحرین وغیرہ بیرون ہند کی ریاستوں کو ایک لڑی میں پرونے اور ہندوستان سے ملحق کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں خواہ داڑھوں سے کام لینا پڑے یا پبلا کے نگلنے کی نوبت آئے مگر بہرحال کیلوش کیوس بن کے جزو بدن ہندوستان بنانا کے لئے مقدور ہو چکا آپ کے مزاج میں اسراف ہے جو گھر کے مفلسوں کو چھوڑ کے باہر کے مفت خوروں پر زر و دولت پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ دوسرا شکوۂ نیاز مندانہ یہ ہے کہ ہم گورے چمڑے کے مدبروں کو تمام دنیا کا سرغنہ بنائے پھرتے ہیں اس میں دنیا کی بھلائی اور جگت کی ماتا کو بہت کچھ دخل ہے آپ اس بارے میں بھی ہماری تقلید نہ کیجئے یعنی اپنے ہم وطن صاحبان فکر و تدبر سے دور بھاگئے اور یورپ کے حقداروں کو شریک الامر کر لیجئے تو نہایت مناسب ہے۔

تم جانو تم کو اوروں سے جو رسم و راہ ہو
ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

نامہ تمام والسلام۔

الغرض ابھی داڑھ اور نرخرے کی نمائش ہو رہی ہے یہ بھی طرح واضح نہیں ہوا کہ انڈین ڈیلی میل سچا ہے یا بمبئی کرانیکل انتظار اس امر کا ہے کہ اس درشتی و نرمی پر اقرار و انکار۔ ہاں تسلیم کی ہوں ہاں کیا رنگ لاتی ہے۔

اگست کی بیسویں قریب ہے۔ شملہ سے دکن پیام پہونچ گیا ہوگا۔

ان سے کہتا نہیں لکھ دیجئے نامے کا جواب
چپکا بیٹھا ہے کبوتر مرا الو کی طرح

ہمارا مقصد یہ ہے کہ حکومت ہند اپنی مداخلت میں اعتدال ملحوظ رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ ع

آپ سے تم تم سے تو ہونے لگے
منہ کی پھر گفتگو ہونے لگے

تمام ہندوستانی ریاستوں کو موقع دینا چاہئے کہ وہ اپنے کاروبار اپنی رعایا کے ذی فہم افراد یا بصورت دیگر اپنے اہل ملک کے باخبر مدبروں کے سپرد کریں۔ غلطیاں ہر ایک سے ہوتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ ہر شخص سخن پروری کی قدرت نہیں رکھتا۔ ڈائر، اوڈوائر نے غلطی کی کہ نہیں؟ پھر کیا ہوا۔ کوئی سزا اونہیں دی گئی۔ رشوت خونریزی سے زیادہ قبیح نہیں ہے۔ اسی طرح ہم ریاست کو بھی مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اُن قباحتوں کی اصلاح جو ناتجربہ کار و ناحق کوش افسروں کے ہاتھوں پیدا ہو گئی ہیں بطور خود کرے۔ اور حتی الوسع ایسے مشوروں کو قبول کرے جن کے قبول کرنے سے ریاست کی شان میں بٹا نہ لگے۔

جو مطالبات نرم الفاظ میں بمبئی کرانیکل نے تحریر کئے ہیں بغور دیکھئے تو انڈین ڈیلی میل کے درشت الفاظ بھی وہی معنی رکھتے ہیں۔

مصلحت بین و کار آسان کن

مردانگی کا نتیجہ نامردی

مردی کار اپنا نہ باقی
وارد گر شہزادہ باقی

خدا بخشے مثنوی گلزار نسیم والے تاج الملوک عشق و عاشقی کے طلسم میں پھنس کے چند روز کے لئے عورت ہو گئے تھے مگر ڈائنہ بند گاہ کی ایک شیر زن مسماۃ سیتا مومن و بیانی نے وہ کام کیا کہ دل عش عش کرتا ہے۔ راویان واقعات و سامانِ ناقل ہیں کہ سٹرکٹ سیشن جج علی پور کے اجلاس پر راجندر ناتھ ملزم کے خلاف ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ الزام کی نوعیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسماۃ سیتا سوہنی اپنے گھر میں تنہا محوِ خواب تھی کہ ملزم نے دروازے کے بازو میں سوراخ بنایا اور ہاتھ ڈال کے اندر کی زنجیر کھول لی۔ خانہ خالی را دیو می گیرند جو غافل پتا رح عصمت کی چوری پر بھی امادہ ہوا اور حضرت کل کا دوسری کی طرح اس پر چڑھ گئے۔ مگر خاتون کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ کوئی دوسری بزدل عورت ہوتی تو گھبرا جاتی مگر مسماۃ نے اس معاملہ فہمی کے جبث سے جاتو نکال لیا اور ایسے کاری چرکے لگائے کہ آخر غاصب جنرل کو غیر مسلح ہو کے قلعہ چھوڑنا پڑا۔ حضرت اب اس تابل ہی نہ رہے کہ یوں چوری چھپے پرایا مال کیسا اپنے مال پر بھی ہاتھ ڈال سکیں۔ واہ بی سیتا سوہنی۔

کارے کردی

ایسے بد معاشوں کی یہی سزا ہے۔ ٹوٹے ہوئے اوزار لئے ہوئے پولیس کے ہاتھ لگے۔ اور جج صاحب کی میز پر رکھے گئے ملزم صاحب بھاگ جانا چاہتے تھے مگر زخموں کی ایذا سے بیہوش ہو گئے۔ اور اسی بری حالت میں پکڑے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب اعضائے مقطوعہ کے جدا شدہ حصے ملزم کو دکھائے گئے اور اُس سے کہا گیا کہ پہچانئے یہ مال حضور ہی کا ہے تو اوس نے سر جھکا کے آپریشن کئے ہوئے گوشت کو اپنا حصہ جسم بتایا۔ ہمارے نزدیک "نخل آرزو" کی جڑ ہی کٹ گئی۔

اب کسی سزا کی حاجت نہیں۔ ملزم کی جان چھوڑ دینی چاہئے بس اتنا اقرار کافی ہے کہ کیوں بچا پھر تو ایسی حرکت نہ کر دیگے۔ خاتون موصوفہ اگر چاہیں تو بطور نواب ناظر کل سرائے شاہی اپنے ہی کاشانے میں رکھ سکتی ہیں۔

"مرغ سر بریدہ بانگ می دہد"

کی ملاقات خوب ہوئی۔ اب نہ مرد ابھی کر دیا گیا۔ مگر ہم حیران ہیں کہ انھیں دو دھائی کیسے ! "دو ملین سیاں"۔

اللہ رے اطمینان۔ ساری دنیا کا اطمینان مسٹر سنگ چیمبرلین کے دل میں گھس گیا جبھی تو تم ہندوستانی اطمینان کی صورت دیکھنے کو ترس گئے۔ کما نڈر کینوڈ ورتھی نے کہا کہ کہ میں برطانی نمائندہ اور ابن سعود کی عدالت میں ایک برطانی جج ہونا چاہئے چیمبرلین صاحب نے کیا انتظام درست ہے اور بندہ کا دل مطمئن۔ خواستگاران اطمینان کو لازم ہے کہ اب کسی منڈی میں اطمینان کی جنس تلاش کریں جب ال گھبرائے چیمبرلین صاحب سے مانگ لیں۔

ایک وکیل صاحب کلکتہ میں کسی گواہ سے اوس کی جورو کے متعلق ناشائستہ سوال کرنے لگے۔ مقدمہ تھا دیوانی اور گواہ تھا جلاد اوس نے وکیل صاحب پر نالش ٹھونک دی مجسٹریٹ نے پانسو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ کسی کی جورو سے دل لگی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ ہر غریب کی جورو سب کی سلہج نہیں ہوتی۔

اخبار ستانی والیٹر۔ اب معلوم ہوا کہ چھاپے کی مشین بھی ایک ستمگر جلد ہے کیا معنی کہ روزنامہ "سیاست" کی گردن ناجوری حکام کے تیغ کے نیچ نہیں ہوتی پانچ چھ اڈیٹر بدلے گئے مگر پانا ختم نہیں ہوتا۔ پاس پڑوس کے اہل دل مفت وغیر معاوضہ یک ذرہ سلطنت کے سلطان بنے آمادہ ہیں۔ ضرورت ہو تو ہمیں بھی اس غرض سے اڈیٹر بنا دیجئے کہ دو دن مرزول ہو جائیں۔ یہ مسٹر ادگلوں کی۔

خدا کا شکر ہے کہ کئی روز سے پا جودھرمیند کی لال مجرانی کی کوئی خبر نہیں سنی۔ اس بانچھ کی دھوم دھام نے ملکی و سیاسی آوازوں کو بٹھا دیا تھا۔ اب دیکھئے پولیٹیکل سرکب چھڑتے ہیں۔ واللہ دنیا برادس بڑی کیا ہے کیا قیامت ہے۔



بل کے آگے بل

کیا خوب سود القد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

"روپیہ بہت ہو گیا ہے۔ کنیڈا کو بیچ باندھ کر دو اور خیر ہو تی گنتی ان کے لئے ہے !"

المختصرات من المطولات

شب دل عروس بزرگ رود۔ سنتے ہیں کہ ایک مارواڑی نے اپنا ماروڑ لڑکا بنا سنوار کے ایک شخص کے ہاتھ چار سو روپیہ کے عوض بیچ لیا۔ خاوند صاحب تو خوش خوش گھر سدھارے مگر صبح کو مرغ سحر خیز نے جا کے اچھو دیا۔ والد محترم عروس مذکر تو وہاں تھے نہیں البتہ صاحبزادے

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب و غریب نظم ہے پڑھیے اور شاعر کی شاعرانہ استادی
سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۶
ٹکٹ بھیجیے جیسے وی پی اور منی آرڈر ٹکٹ بھیجتے ہیں۔

المشتہر:۔ مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

موسم گرما کا تحفہ

دواخانہ معدن الادویہ لکھنؤ کے تیار کردہ مفرحات جنکی دھوم سارے ہندوستان میں ہے خاص میووں، عرق، افشردوں اور دواؤں سے بنے ہوئے شربت ہوا پنے اثر میں بے نظیر صورت میں دلفریب، ذائقہ میں خوشبو، لطافت میں بے بدل ہیں دل و دماغ کو فرحت، قلب کو سکون و راحت آنکھوں کو خنکی و تراوٹ بخشتے ہیں، شدت عطش کو دور کرتے ہیں۔ جلد طلب فرمایئے۔

شربت بہار	شربت صندل	شربت انار ولایتی	شربت کیوڑہ	شربت بیدمشک	شربت کیسر	شربت بادام	شربت فالسہ
فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ
شربت نرگس	شربت لیمو	شربت نارنج	شربت انناس	شربت انگور	عرق کیوڑہ حیدرآبادی	عرق بیدمشک دیسی	
فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عہ	فی بوتل عمار	فی بوتل عمار	

اور اس جماعت گراں حکمت کے مقولہ کو یاد رکھیے "ولایتی یسنس و شکرین سے بنے ہوئے شربتوں سے پرہیز کیجیے۔ فہرست مفت طلب فرمایئے۔ قریب کے ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور تحریر فرمایئے اور ½ رقم پیشگی محصول ادا کرنے کے لیے روانہ کیجیے۔

المشتہر

منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

معارف النغمات

یہ وہ بے نظیر کتاب ہے جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگا دی اور ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کو ضبط کر لینے کے قواعد سکھائے۔ ایک مشہور و معروف کتاب ہے اسکے حصہ اول کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال **موسیقی** کے جزو علمی اور عملی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اب اسی کتاب کا

حصہ دوم

طبع ہوا ہے۔ حصہ دوم میں مصنف نے اساتذہ فن کے علم سینہ کو علم سفینہ بنایا ہے یعنی تان سین کے عہد سے زمانہ حال تک جملہ اساتذۂ فن کی گائکی اور ان کے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں جملہ راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں ان سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدا سے کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ہے ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ قیمت جلد اول للعہ قیمت جلد دوم عہ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ